

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

شخصیت

شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

صدر احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

(یکم جون ۱۸۹۷ء — ۲۱ جون ۱۹۶۷ء)

ضمیم احرار شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے بانی رہنماؤں میں سے تھے۔
۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کے ساتھ جدوجہد آزادی کا کٹھن سفر شروع کیا اور ۲۱ جون ۱۹۶۷ء کو
سفر آخرت پر روانہ ہونے تک وہ احرار کے ساتھ وابستہ رہے۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم بھی احرار
میں اُن کے ہم سفر رہے۔ شیخ صاحب مرحوم کے انتقال پر ہفت روزہ چٹان، ”میں اُن کا یہ تاثراتی
مضمون شائع ہوا۔ اس میں واقعاتی جھلک بھی ہے اور تاریخ کی بازگشت بھی۔ (مدیر)

۲۱ جون کو پیچھے بجے صبح مجلس احرار اسلام پاکستان کے صدر شیخ حسام الدین واصل بحق ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ
راجعون۔ اس وقت ان کی عمر ۷۲ اور ۷۳ برس کے درمیان تھی۔ مرحوم ایک زمانہ سے بیمار چلے آ رہے تھے۔ آخر یہاں نہ عمر بیز
ہو گیا۔ ۲۰ جون کی شان کو گھر سے نکلے، اپنے ایک دوست کے ہاں گئے لوٹے تو نبض کا توازن ٹوٹ رہا تھا۔ ٹھہری ہوئی
بیماری نے قدم اٹھایا ایک بجے شب اعزہ میو ہسپتال میں لے گئے، پیچھے بجے صبح دم توڑ دیا اور اس طرح قربانی و ایثار، جرأت
و استقامت اور حوصلہ و اعتماد کا ایک باب ختم ہو گیا۔

شیخ صاحب نے جس دور میں سیاسیات کا سفر شروع کیا اس دور کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ کیا لوگ تھے وہ، جو
برطانوی استعمار کے خلاف سر پہ کفن باندھ کر نکلے تھے اور کیا زمانہ تھا کہ اس آزادی کے حصول کی نیور کھی گئی۔ شیخ صاحب
اس عظیم قافلہ کے برگزیدہ رہنماؤں کی یادگار تھے۔ ان کا وجود ان تحریکوں کا سرمایہ تھا جنہیں اس زمانے کے لوگ پہچانتے ہی
نہیں، وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا دل اسلام کے لیے دھڑکتا رہا۔ اب وہ افراد رہے نہ جماعت اور نہ وہ دل ہی رہے
نہ دھڑکیں! اس دور میں بہت کچھ ہے لیکن وہ لوگ نہیں جن کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دل ہو، آزادی کا ولولہ ہی جاتا رہا ہے۔
پرانی قدری بدل گئی ہیں اور ان کی جگہ جو نئی قدریں پیدا ہوئی ہیں ان کا حدود و اربعہ ہی مختلف ہے۔

سوال شیخ حسام الدین کا نہیں یہ لوگ تو اب جا رہے ہیں۔ ایک آدھ چراغ کسی گمشدہ طاق پر جل رہا ہے تو
موت کی صرصر اسے بھی بجھا دے گی۔ اصل سوال اس روایت کا ہے جس کو ان لوگوں نے اپنے خون جگر سے پیدا کیا اور جس
کے اداسنا سوں سے یہ زمانہ خالی ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کو اسلام کو گزند پہنچایا ہی بے آب ہو گئے، آج اسلام تفسیروں کی زد
میں ہے۔ قیادت کی کلاہ ان لوگوں کے سر پر بندھی ہوئی ہے جن کی سیاسی پیدائش اتفاقی اور حادثاتی ہے۔ جنہیں معلوم ہی

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

شخصیت

نہیں کہ جس آزادی سے وہ متمتع ہو رہے ہیں اس کا خمیر کن لوگوں کے خون سے تیار ہوا تھا۔

زمانہ نیا، داستانیں نئی

شیخ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو جس زمانہ سے اب گزرنا پڑا حقیقتاً وہ زمانہ ان کے لیے نیا تھا اور وہ اس زمانے کے لیے پرانے تھے۔ دونوں میں سنگم نہ ہو سکا، زمانے کی بے بصری اور ان کی تیز قدمی میں تصادم رہا۔ نتیجتاً سیاسیات کے اس بیاباں میں وہ اجنبی ہو گئے۔ نئی پود کے لیے بھی وہ اجنبی ہی تھے۔ کوئی نہیں جانتا وہ کیا تھے اور ان کے جنون و شوق کی وسعتیں کہاں تک تھیں۔ ان کا زمانہ پہلے مر گیا، انھوں نے بعد میں وفات پائی۔

(تلخ نوائی معاف) آزادی کے بعد اقوام و ملل کے حوصلے صیقل شمشیر ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے یہاں حوصلے دولخت ہو چکے بلکہ ان کی خاکستر اڑ رہی ہے۔ لوگ شراروں سے ڈرتے اور سایوں سے بھاگتے ہیں، زمانہ تھا کہ لوگ آگ میں کودتے اور کلمۃ الحق کی پشتیبانی کرتے تھے۔

شیخ صاحب کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ بڑے ہی بہادر انسان تھے۔ پندرہ بیس برس میں ان کا سارا قافلہ منتشر ہو گیا۔ چودھری افضل حق بہت پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے، چودھری عبدالعزیز بیگوالیہ کو قضا کھا گئی۔ آزادی کے بعد مولانا حبیب الرحمن (لدھیانوی) رخصت ہوئے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلاوا آ گیا، قاضی احسان احمد جواں مرگ ہو گئے اور شیخ صاحب؟

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

اس گئے گزرے دور میں بھی پرانا دم خم باقی تھا۔

حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں ہو گئے، ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا:

”شیخ صاحب سکندر میرزا (تب صدر مملکت) کو احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے، میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہوگی۔“

غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری، اسکندر میرزا سے ملاقات کے لیے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں گئے، اسکندر میرزا اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ (مغربی پاکستان) کے وزیر اعلیٰ ہمراہ تھے۔ سہروردی نے میرزا سے کہا:

”دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں“

ماہنامہ ”نقیب ختم نبوت“ ملتان

شخصیت

میرزا نے حقارت سے جواب دیا:

”احرار، پاکستان کے غدار ہیں“

ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے مالک کہنے لگے:

”غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہیے۔“

اسکندر میرزا نے اسی رعوت سے جواب دیا۔

”بس میں نے کہہ دیا کہ احرار غدار ہیں۔“

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن اسکندر میرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہی ہاتھ دھرنے نہ دیا وہی

ثاثر خائی۔

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی میرزا صاحب کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

احرار پاکستان کے غدار ہیں میرزا نے مٹھی بھینپتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے، گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیراعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ

میں فوراً جواب دیا:

”احرار غدار ہیں کہ نہیں؟ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ہو،

تمہارے جد امجد میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ تم اسلام کے غدار ہو۔“

ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحب کو آغوش میں لیا اور اسکندر میرزا سے پشتوں میں کہا:

”میں نے تمہیں کہا تھا ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں بولنا، یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔“

ظاہر ہے کہ بلی ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے۔ یکا یک اس کا لب و لہجہ ہی بدل گیا۔ اور یہ تھے شیخ حسام

الدین، افسوس کہ جرات و مردانگی کی تمام تصویریں یکے بعد دیگرے ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ

جنت نصیب کریں۔ آمین۔

(چٹان، ۲۶ جون ۱۹۶۷ء)